بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ نمبر:23

جنت میں داخلے کا مطلب:(26)

شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حبیب نجار کو جنت میں داخلے کی خوشخبری دی گئی۔

نوٹ: جنت میں داخلہ تو حشر نشر کے بعد ہو گا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک لوگوں کو عالم برزخ اور قبر میں جنت دکھائی جاتی ہے، جنت کی خوشبو سونگھائی جاتی ہے، جنت کی فضا دکھاتے ہیں اور قبر میں جنت اور بندے کے درمیان جو دروازہ ہے اس کو کھول دیتے ہیں تو جنت کا منظر بن جاتا ہے۔ یہ ہے تو عرضِ جنت لیکن اسے دخولِ جنت سے تعبیر فرمادیا گیاہے۔ حبیب نجار نے جنت کی نعمتیں دیکھ کر اظہار افسوس کیا کہ کاش!میری قوم کو معلوم ہو جائے کہ مجھے کن نعمتوں سے نوازا گیاہے۔

مشرک قوم کا انجام:(28)

جب قوم کی سرکشی میں مزید اضافہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا فیصلہ فرمادیا۔ فرمایا کہ ہمیں کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے آسمان سے فرشتوں کو نازل کرنے کی ضرورت نہیں بس ایک چنگھاڑ ہی کافی ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک ہی فرشتے نے چیخ ماری اور پوری بستی کلیجے پھٹنے کی وجہ سے تباہ برباد ہو گئی۔

قیامت کے دن ہاتھ اور پاؤں کا گواہی دینا:(65)

قیامت کے دن جس وقت حساب کتاب کا معاملہ ہو رہا ہو گا کفار اس وقت اپنے شرک اور کفر کا انکار کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگادیں گے۔ مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ منہ کو پابند کیا جائے گا کہ وہ اپنی مرضی سے نہیں بولے گا۔

ان کے ہاتھ اور پاؤں کو قوت گویائی عطا فرمائیں گے تو ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے فلاں فلاں جرائم اور گناہ کیے تھے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ ہے کہ وہ تعجب سے اپنے اعضاء سے مخاطب ہو کر کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟

مشرکین کی تردید:(69)

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ ہی شاعری پیغمبر کی شان کے لائق ہے، یہ تو نصیحت کی بات ہے اور نہایت واضح قرآن ہے۔ کفار؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے کہ یہ شاعر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اس کی نفی فرمارہے ہیں۔ کفار کیوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور قرآن کو شعر کہتے تھے؟ ہمارے ہاں شاعر وہ ہے جو مسجع اور مقفیٰ کلام کہے۔ جبکہ اہل عرب کے ہاں شاعر وہ بھی ہے جو فرضی، خیالی اور غیر تحقیقی باتیں کرے۔ تو کفار نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے کہ یہ فرضی اور خیالی باتیں کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) قرآن کریم نے مشرکین کی اسی بات کی تردید فرمائی ہے کہ نہ تو ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعری سکھائی اور نہ ہی شاعری آپ کے شایان شان ہے۔

مشرک کی حماقت:(77)

مکہ مکرمہ میں عاص بن وائل ایک مشرک تھا۔ اس نے ایک بوسیدہ ہڈی لی، اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو بھی زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا؟ ہم نے انسان کو ایک نطفے سے بنایا ہے۔ جس خدا نے پہلے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ آگے دو درختوں کی مثال دیکر سمجھایا کہ جو خدا سبز درختوں سے آگ کو پیدا کرتا ہے اس کے لیے بوسیدہ ہڈی سے دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟

سورۃ الصّٰفّٰت

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء﴿ وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴾سے ہو رہی ہے،اسی مناسبت سے اس کا نام "الصّٰفّٰت "رکھا گیا ہے۔

مشرکین کی تردید:(1،2،3)

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی تین قسمیں کھائی ہیں۔ قسم ہے ان فرشتوں کی جو صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور ان فرشتوں کی جو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔ یعنی شیاطین جب عالمِ بالا کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ فرشتے ان کو روکتے ہیں۔اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو تلاوت کرتے ہیں ذکر کی۔ یہاں مشرکین کی تردید فرمائی اس لیے کہ مشرکینِ مکہ میں سے ایک طبقہ ملائکہ کی عبادت کرتا تھااور ایک طبقہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتا تھا۔ تو ملائکہ کی قسمیں کھا کر یہ بتایا کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی اسے اولاد کی ضرورت ہے۔

اہل جنت کا ذکر:(41،42)

اہل جنت کو رزقِ معلوم ملے گا۔ جنت کے رزق میں ہلکا سا بھی شبہ نہیں کہ شاید ملے شاید نہ ملے؛ نہیں، بلکہ یقیناً اور دائماً ملے گا۔ دنیا کی طرح نہیں کہ کوئی شخص یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ کل مجھے کیا اور کتنا رزق ملنے والا ہے۔ جنتی لوگ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے اور گفتگو کریں گے۔

اہل جہنم کا ذکر:(62،63)

گزشتہ آیات میں اہل جنت اور ان کے انعامات کا ذکر تھا۔ یہاں اہل جہنم اور ان کے عذاب کا ذکر ہے۔ جہنمیوں کو زقوم کا درخت جو نہایت بدبو دار، کڑوا اور

کریہہ المنظر ہے، بطور خوراک ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہوں گے جیسے شیطان کا سر ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ: (75)

یہاں سے لے کر کئی آیات تک اللہ تعالیٰ نے چھ انبیاء (حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت لوط اور حضرت یونس علیہم السلام) کے قصص وواقعات کو بیان کیا ہے۔

نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور نوح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو دردناک عذاب سے بچا لیا۔ باقی سب ختم ہو گئے۔ طوفان نوح کے بعد زمین پر جو نسلِ انسانی چلی وہ نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کی نسل سے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ: (83،84)

حضرت ابراہیم علیہ السلام ؛حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ کے آدمی تھے، یعنی عقائد ایک تھے۔ قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو میلے پر لے جانا چاہتی تھی تو آپ علیہ السلام نے عذر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔ ہو سکتا ہے حقیقت میں بیمار ہوں یا یہ مطلب ہو کہ تمہارے کفر وشرک کی وجہ سے میری طبیعت روحانی طور پر خراب ہے۔ نہ جانے کا مقصد بتوں کو توڑنا تھا تا کہ ان کو اپنے بتوں کو بے بسی معلوم ہو جائے۔

امتحان میں کامیابی: (102)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمائے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ انہیں ذبح کر رہے ہیں تو بیٹے سے رائے لی۔ بیٹے نے فرمایا جو آپ نے دیکھا ہے کر گزریے۔ یہ اگرچہ خواب تھا لیکن

انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوا کرتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت سے مینڈھا بھیج دیا، وہ ذبح ہوا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بچ گئے۔ یہ امتحان تھا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کامیاب ہوئے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ:(139،140)

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورۃ یونس میں بھی گزر چکا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نینوا بستی میں مبعوث ہوئے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی مگر قوم نے نہ مانا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تین دن کے بعد عذاب آئے گا اور آپ خود اس بستی سے حکم خداوندی کے آنے سے پہلے چلے گئے۔ قوم نے گڑگڑا کر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب ٹال دیا۔ آپ علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے، کشتی بھنور میں پھنس گئی، قرعہ اندازی میں آپ کا نام آیا۔ پانی میں گئے تو مچھلی نے منہ میں لے لیا پھر کچھ وقت یا دنوں بعد باہر نکال دیا۔ بعض لوگوں نے عصمتِ انبیاء کے خلاف بات کرتے کہا کہ آپ علیہ السلام نے فریضہ نبوت میں کوتاہی کی، معاذ اللہ۔ یادرہے تمام انبیاء علیہم السلام انتخاب خدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے کوئی ایسا کام نہیں ہونے دیتے جو عصمت کے منافی ہو۔

مشرکین مکہ کی تردید:(149)

شروع سورت میں بیان کیا جاچکا ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ثابت کرتے تھے۔ یہاں ان کی تردید کی جارہی ہے کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ اپنے لیے تو لڑکیوں کو پسند ہی نہیں کرتے، شرم کے مارے زندہ دفن کردیتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں ثابت کرتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو نہ بیٹوں کی ضرورت ہے نہ بیٹیوں کی۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک اور منزہ ہیں۔

سورۃ ص

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء میں حرف "ص" ہے، اسی مناسبت سے اس کا نام ص رکھا گیا ہے۔

مذاکرات میں ناکامی:(5)

جناب ابو طالب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتے داری کا حق نبھاتے تھے۔ ان کی آخری عمر میں مشرکین ان کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہیں کہ وہ ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں تو ہم انہیں ان کے دین اسلام پر چلنے سے منع نہیں کریں گے۔ جب جناب ابو طالب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں انہیں ایک ایسے کلمہ کی دعوت نہ دوں کہ جس سے پورا عرب و عجم ان کے سامنے سرنگوں ہو جائے؟ انہوں نے پوچھا وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ توحید پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ تعجب ہے کہ ہم سارے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کی عبادت کریں، یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ اس پر وہ سارے لوگ چلے گئے۔ اس موقع پر سورۃ ص کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش:(21)

حضرت داود علیہ السلام سے کوئی اجتہادی خطاء ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دو بندے بھیجے جو دیوار پھلانگ کر حضرت کے پاس گئے۔ حضرت داود علیہ السلام اس وقت اپنی عبادت گاہ میں تھے۔ انہوں نے اپنے جھگڑے کا مقدمہ پیش کرکے فیصلہ چاہا۔ حضرت داود علیہ السلام نے ان کا فیصلہ فرمایا لیکن اس کے ساتھ ہی حضرت داود

علیہ السلام کو اچانک خیال آیا کہ میرا تو امتحان ہو گیا، فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گئے۔ یہاں کچھ آیات میں اس واقعے کو بیان فرمایا گیا ہے۔ لغزش کیا ہوئی تھی؟ قرآن کریم اس معاملے میں خاموش ہے۔ اس لیے ہمیں بھی کھود کرید کرنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر:(30،31)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنگ وجہاد کے لیے عمدہ قسم کے گھوڑے رکھے ہوئے تھے۔ ایک دن آپ نے ان گھوڑوں کا معائنہ کیا اور اتنے مشغول ہوئے کہ آپ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ آپ کو بہت افسوس ہوا، فرمایا ان گھوڑوں کو دوبارہ لاؤ! پھر اللہ تعالیٰ کے لیے انہیں قربان کر دیا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہواؤں، پرندوں اور جنوں پر حکومت عطا فرمائی تھی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ:(41)

حضرت ایوب علیہ السلام کو ایک بیماری لاحق ہوئی تھی، یہاں ان کی شفا کا بیان ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے حکم خداوندی سے زمین پر پاؤں مارا تو چشمہ جاری ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے نہائیں اور اسے پییں۔ صحت مل گئی۔ بیماری کی حالت میں ایک مرتبہ شیطان حضرت کی اہلیہ سے ملا کہ میں طبیب ہوں آپ کے شوہر کا علاج کروں؟ گھر والی نے حامی بھر لی۔ شیطان نے کہا میری ایک شرط ہے کہ جب ٹھیک ہو جائیں تو آپ نے کہنا ہے کہ اس طبیب نے اسے شفا دی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ واقعہ سنایا تو آپ کو غصہ آیا کہ وہ تو شیطان تھا۔ آپ علیہ السلام نے قسم کھائی کہ ٹھیک ہو گیا تو تمہیں سو چھڑیاں ماروں گا۔ جب صحت یاب ہوئے تو پریشان تھے کہ قسم پوری کرتا ہوں تو وفادار بیوی کو تکلیف ہو گی نہیں کرتا تو حانث ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک سو چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا ایک گٹھا لے کر ایک ہی

مرتبہ اپنی بیوی کو ماردیں، قسم پوری ہو جائے گی۔

سورۃ کے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ الزمر

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے آخر میں دو گروہوں کا ذکر ہے اور زمر کا معنی گروہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "الزمر" رکھا گیا ہے۔

مشرکین کے غلط عقیدے کی تردید: (3)

مشرکین یہ مانتے تھے کہ کائنات کو بنانے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ لیکن وہ بتوں اور فرشتوں کی عبادت اور پوجا پاٹ کرتے اس نظریے سے کہ یہ خوش ہو کر ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ یہاں ان کی تردید کی گئی ہے کہ عبادت تو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور شفاعت کے لیے دو شرطیں ہیں: شفاعت کرنے والا اللہ کے ہاں مقبول ہو اور جس کی شفاعت ہونی ہے وہ قابلِ مغفرت ہو۔ یہاں دونوں شرطیں مفقود ہیں تو وہ سفارش کیسے کریں گے؟

اسلام کے لیے شرح صدر: (22)

اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص نور اور روشنی پر ہوتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ! شرح صدر کا کیا معنی ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس بندے کے قلب کو وسیع فرما دیتے ہیں۔ یعنی احکامِ شریعت کو سمجھنا پھر ان پر عمل کرنا اس بندے کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی نشانی پوچھی تو فرمایا: جنت کی طرف انسان کا رجوع ہوتا ہے،

دنیا کے دھوکے سے بچتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرتا ہے۔

موحد و مشرک کی مثال:(29)

ایک غلام مختلف آقاؤں کی ملکیت میں ہو اور ہر آقا اسے اپنا اپنا کام کہے تو وہ غلام پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے کہ کس کا کہا مانوں؟ دوسرا وہ غلام ہے جو صرف ایک ہی آقا کی ملکیت ہے اسے کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی۔ اسی طرح مشرک کئی خداؤں کو مانتا ہے اب وہ پریشان ہے کبھی اِس کے سامنے جھکا ہوا ہے اور کبھی اُس کے سامنے جھکا ہوا ہے؛ اس کو یکسوئی میسر نہیں آتی۔ جبکہ موحد صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے، اسی کی اطاعت کرتا ہے۔ اسے یکسوئی حاصل ہے۔

پارہ نمبر:24

تصرفِ باری تعالیٰ:(42)

ہر جاندار کی روح اللہ تعالیٰ کے قبضے، تصرف اور اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں روح کو قبض کر لیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں واپس کر دیتے ہیں۔ جیسے انسان سو جاتا ہے تو روح ایک حیثیت سے قبض ہو جاتی ہے اور بیداری کے وقت واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ بسا اوقات نیند میں روح قبض ہوتی ہے اور بالکل واپس نہیں ہوتی یعنی موت واقع ہو جاتی ہے۔

رحمتِ خداوندی سے مایوس نہ ہوں:(53)

یہ آیت گنہگاروں کے لیے بہت ہی امید افزا ہے۔ بڑے سے بڑا گناہ حتیٰ کہ کفر و شرک ہی کیوں نہ ہو بس بندہ صدقِ دل سے توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کے ماضی کے سارے گناہ معاف فرما دیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے۔

نفخِ صور کا ہولناک منظر:(68)

صور پھونکے جانے کی وجہ سے سب بے ہوش ہو جائیں گے پھر سب مر جائیں گے اور جو پہلے مر چکے ہیں ان کی روحیں بے ہوش ہو جائیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صور پھونکنے کے اثر سے جو موت واقع ہو گی اس سے جبرائیل، اسرافیل، میکائیل اور ملک الموت محفوظ رہیں گے۔ لیکن بعد میں ان کو بھی موت آ جائے گی اور سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔

جنت مہمان خانہ اور جہنم قید خانہ:(71)

اللہ تعالیٰ نے یہاں جہنم کا تذکرہ فرمایا کہ کفار کو جہنم کی طرف کھینچا جائے گا، جب جہنم کے پاس آئیں گے تو دروازے کھل جائیں گے۔ آگے جنت کے متعلق

فرمایا کہ جب اہلِ جنت آئیں گے تو ان کے آنے سے پہلے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔

سورۃ المؤمن

وجہ تسمیہ:

اس سورت میں فرعون کی قوم کے ایک مردِ مؤمن کا ذکر ہے جس نے فرعون کے دربار میں بیان کیا تھا۔ اسی پر اس سورت کا نام "مؤمن" رکھ دیا گیا ہے۔

وہ سورتیں جن کے شروع میں حم آتا ہے، سورۃ المؤمن ان میں سے پہلی سورت ہے۔ انہیں حوامیم یا آلِ حم کہتے ہیں۔ وہ سات سورتیں ہیں:

1۔ مؤمن

2۔ حم سجدہ

3۔ شوریٰ

4۔ زخرف

5۔ دخان

6۔ جاثیہ

7۔ احقاف

یہ سورتیں بڑی شان و عظمت اور فضیلت والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان: (3،2)

یہاں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان فرمائی ہیں:

"الْعَزِيزِ" عزیز ہیں، غالب ہیں،

"الْعَلِيمِ" صاحبِ علم ہیں،

"غَافِرِ الذَّنۡبِ" گناہوں کو معاف فرمانے والے ہیں،

"قَابِلِ التَّوۡبِ" توبہ قبول فرمانے والے ہیں،

"شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ" سخت سزا دینے والے ہیں،

"ذِی الطَّوۡلِ" طاقت والے ہیں۔

کفار اپنے آپ سے نفرت کریں گے:(10)

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا انہیں پکار کر کہا جائے گا کہ آج تم جس قدر اپنے آپ سے بے زار ہو رہے ہو اللہ اس سے بھی کہیں زیادہ بے زار ہوتا تھا جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار کر دیتے تھے۔ یعنی کفار جب جہنم میں ہوں گے تو اس وقت اپنے آپ سے نفرت کریں گے اور ساتھ ہی ساتھ افسوس کریں گے کہ ہم نے دنیا میں کفر کا راستہ کیوں اختیار کیا تھا۔

دنیا میں واپس آنے کا سوال:(11)

قیامت کے دن کفار کہیں گے اے ہمارے رب! دو مرتبہ آپ نے ہمیں موت دی تھی اور دو مرتبہ زندگی دی تھی، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، کیا اب واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب تم واپس نہیں جا سکتے۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:(23)

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات اور دیگر دلائل دے کر فرعون، ہامان اور قارون کے پاس دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا۔ جب لوگ ایمان لانے لگے تو فرعونیوں نے تجویز پیش کی کہ ان کے ایمان لانے والے مردوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو تاکہ انہیں لونڈیاں بنا کر ان سے خدمت لے

سکیں۔ قتل کرنا یا تو اس وجہ سے تھا کہ ان کی نسل نہ بڑھے یا اس وجہ سے تھا کہ یہ ڈر جائیں ایمان نہ لائیں۔

رجل مؤمن کی تقریر:(28)

فرعون؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو العیاذ باللہ قتل کرنا چاہتا تھا تو فرعون ہی کے خاندان کا ایک مؤمن بندہ اٹھا جس نے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا، اس نے فرعون اور آل فرعون کو سمجھایا۔ اس رجل مؤمن نے کہا: کیا تم ایسے بندے کو قتل کرنا چاہتے ہو جو فرما رہے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے! اور وہ اپنے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر بھی آئے ہیں۔ اگر یہ جھوٹ بولتے ہیں تو جھوٹ کا وبال خود انہی کو پہنچے گا۔

انبیاء اور مؤمنین سے نصرت خداوندی کا وعدہ:(51)

اللہ تعالی نے وعدہ کیا ہے کہ ہم اپنے نبیوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی دنیوی مدد اور نصرت بھی کرتے ہیں۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تو یہ وعدہ دنیا میں ان کی موجودگی میں پورا ہوا جیسے غزوہ بدر اور فتح مکہ کے موقع پر اور بعض انبیاء علیہم السلام (حضرت یحییٰ، زکریا اور شعیب علیہم السلام) کے دنیا سے جانے کے بعد ان کے دشمنوں سے انتقام لینے کی صورت میں پورا ہوا کہ کفار کو یا تو تباہ و برباد کر دیا یا مغلوب کر دیا۔ اور آخرت میں انبیاء کرام علیہم السلام اور مؤمنین کے لیے مدد و نصرت کا خصوصی وعدہ ہے۔

عصمت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم:(55)

اس آیت کریمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزوں کو حکم دیا گیا ہے:

- آپ صبر کریں۔
- اللہ سے معافی مانگیں اپنے ان معاملات کی جو آپ کی شان کے لائق نہیں

تھے۔

- صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کریں۔

اھل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کے مطابق نبی اکرم صلی للہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وجہ امت کو سبق دینا مقصود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود اتنی کثرت سے اپنے ایسے کاموں پر معافی مانگتے ہیں جو حقیقت میں گناہ نہیں، توجولوگ معصوم نہیں انہیں توبطریق اولی معافی مانگنی چاہیے۔

انعاماتِ خداوندی:(61)

اللہ تعالیٰ نے جو انعامات اپنے بندوں کو عطا فرمائے ہیں ان میں سے دو نعمتیں رات اور دن ہیں۔ دن کو اس لیے بنایا کہ انسان روشنی میں اپنے کام کاج اور دیگر معاملات دیکھ اور چلا سکے۔ جب تھک جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے سکون اور آرام کے لیے رات بنائی۔ اندھیرا چھا جاتا ہے اور انسان رات کو سکون حاصل کرتے ہیں۔

علم غیب اور مختار کل کی نفی:(78)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت سے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ان میں سے بعض کے حالات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا گیا اور بعض کے حالات سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے۔ مشرکین روزانہ نت نئے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کیا کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے۔ یہاں انہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جواب دیا جارہا ہے کہ معجزہ دکھانا کسی پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی دکھایا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

وحی کے مقابلے میں اپنے علم پر ناز کرنا:(83)

جب پیغمبر کفار کے سامنے کھلی کھلی نشانیاں پیش کرتے تو کفار اپنے علم پر ناز کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے۔ یہاں علم سے مراد دنیاوی زندگی کا ظاہری علم وفن اور ظاہری ہنر ہے۔ اس پر اکڑتے اور کہتے کہ ہم کیوں کلمہ قبول کریں! پھر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ایمان قبول کرنے لگے۔ یہ نزع کی حالت کے وقت کا ایمان تھا اور ایسا ایمان معتبر نہیں، تو انہیں نقصان ہی اٹھانا پڑا۔

سورۃ حم السجدہ

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے شروع میں "حم" کا لفظ ہے اور آگے آیت نمبر 37 میں سجدہ تلاوت کا ذکر ہے، اسی مناسب سے اس کا نام "حم سجدہ" رکھا گیا ہے۔

﴿حٰمٓ ۝١ تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝٢﴾

کفار مکہ کی طرف سے پیش کش:

اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ فصلت ہے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں تشریف فرما تھے، ابو الولید عتبہ بن ربیعہ نے آکر آپ کو پیش کش کی کہ اگر آپ کو حکومت چاہیے تو ہم آپ کو اپنا حاکم بناتے ہیں، اگر پیسے چاہییں تو اکٹھے کرتے ہیں، اگر آپ پر کسی جن کا اثر ہے تو علاج کرواتے ہیں، مگر آپ اپنی تبلیغ چھوڑ دیں، ہمارے مذہب اور بتوں کو برا بھلا نہ کہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں اس سورۃ کی تلاوت شروع کی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پر پہنچے ﴿فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ

اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ ﴿۱۳﴾ تو ابو الولید پر خوف طاری ہو گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک پر رکھا اور کہا کہ میں خاندان اور قرابت کا واسطہ دیتا ہوں کہ رک جائیں اور آگے نہ پڑھیں۔ عتبہ نے واپس اپنے لوگوں کے پاس آکر کہا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ ان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

مشرکین کی ضد:(5)

کفار کہتے تھے کہ جس چیز کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں اس کے لیے ہمارے دل پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ پڑے ہوئے ہیں، ہمارے اور آپ کے درمیان حجاب ہے آپ اپنا کام کریں اور ہم اپنا کام کریں۔ حالانکہ پردہ نہیں تھا کیونکہ ہوتا تو نظر آجاتا۔ یہ محض کفار کی ہٹ دھرمی تھی کہ ہم تمہاری بات نہیں سن رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا میں بھی تم جیسا انسان ہوں البتہ مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اور مشرکین کے لیے تباہی ہے۔

کفار کو تنبیہ:(15)

اللہ تعالی نے گزری ہوئی قوموں کے برے انجام کا ذکر فرمایا۔ قوم عاد و ثمود جو اپنے آپ کو بہت قوت و طاقت والے خیال کرتے تھے اور تکبر و غرور کی وجہ سے اپنے پیغمبروں پر ایمان نہیں لائے تو برباد ہو گئے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں اگر تم بھی ایسا ہی کرو گے تو تم بھی ہلاک و برباد ہو جاؤ گے تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو گا۔

اعضاء جسمانی کا گواہی دینا:(20،19)

کچھ کفار چھپ کر گناہ کرتے اور کہتے کہ اس گناہ کا تو کسی کو پتا نہیں حتی کہ

اللہ تعالیٰ کو بھی اس کا علم نہیں۔ حالانکہ کائنات کا کوئی ذرہ بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انسان کے اعضاء(کان، آنکھوں اور کھال) کو قوت گویائی عطا فرمائیں گے تو انسان کے اپنے اعضاء خود اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

اہل ایمان کا ذکر:(30)

گزشتہ آیات میں کفار کا تذکرہ تھا، یہاں اہل ایمان کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان کی شان یہ ہے کہ جب وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے تو پھر ثابت قدم رہتے ہیں۔ مصائب کے وقت بھی دین پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہتے ہیں۔ نتیجۃً اللہ تعالیٰ ان کو حزن و غم سے محفوظ فرمالیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے مہمان اور اس کی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں۔

لفظ "استقامت" کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ استقامت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر سیدھے جمے رہو۔ گویا لفظ استقامت تمام شرائع اسلام کو جامع ہے۔

حفاظتِ قرآن کریم:(42)

گزشتہ آیت میں ملحدین کے انجام(جہنم) کا ذکر تھا۔ ملحد اسے کہتے ہیں جو قرآن کریم کے الفاظ کو مانے لیکن معنی میں تحریف کرے۔ یہاں قرآن کریم کے محفوظ ہونے کا ذکر ہے۔ قرآن کریم ایک ایسی آسمانی کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے۔ جس طرح قرآن کریم کے الفاظ محفوظ ہیں اسی طرح معانی بھی محفوظ ہیں۔

﴿مِنۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ﴾ سے مراد ظاہر یعنی الفاظ قرآن ہیں۔

﴿مِنۡ خَلۡفِهٖ﴾ سے مراد باطن یعنی معانی ہیں۔

جو سامنے ہے وہ نظر آتا ہے اور جو پیچھے ہے وہ نظر نہیں آتا۔ یعنی قرآن کا ظاہر بھی محفوظ رہے گا اور قرآن کا باطن بھی محفوظ رہے گا۔ نہ کوئی قرآن کا لفظ بدل سکتا ہے نہ ہی معنی بدل سکتا ہے۔ کوشش تو کریں گے لیکن رسوا ہوں گے، بالآخر حق ہی غالب رہے گا۔

قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت:(44)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی فصاحت اور بلاغت کی ایک حکمت یہ بیان کی ہے کہ اگر یہ قرآن کریم فصاحت وبلاغت پر مشتمل نہ ہوتا تو مشرک لوگ یہ اعتراض کرتے کہ صاحبِ کتاب جس پر قرآن کریم کا نزول ہوا وہ خود تو فصیح و بلیغ ہیں مگر ان پر نازل ہونے والی کتاب غیر فصیح ہے، معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیدا ہونے والے شبہ کا تسلی بخش جواب دیا کہ یہ کتاب فصاحت وبلاغت کے اتنے اونچے معیار پر ہے کہ اہل عرب جنہیں اپنی فصاحت وبلاغت پر ناز ہے وہ بھی اس کی ایک آیت کی مثل لانے سے عاجز آگئے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کلام کسی مخلوق کا نہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام ہے۔